مسلمانوں کے لئے مکالمہ بین المذاہب کے اسلامی اصول

پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی
چیئرمین شعبہ فکر اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

ABSTRACT

It is a fact that Islam is the only religion on the face of earth among other religions and other ideas of the world which can be considered as a complete code of life. It guides the mankind to lead their lives according to its instructions which has full resemblance with the human nature. Islam Invites & preaches the man kind not only to embrase Islam, but belive in the fact that the human its as a whole cannot be a muslim community as Holy Quran says:

وما اکثر الناس و لو حرصت بمومنین۔(1)

And most of mankind will not believe even if you desire it eagerly.

For preaching of its world-view, Islam strongly recomends the way of dialogue. Holy Qaran and the prophet of Islam has also introduced this way and it is their instruction for their believers to preach Islam by this way.

It is an admitted fact that inter-faith dialogue is the real need for this global age. Muslim community is also part of this global village, so they

are also participating fully by this way of preachling. Islam being a complete code of life, has also to educate them about the basic principals of this way which are as follow:

1- Islam Considers the Dialogue as a part of preaching obligation of Islam. Muslims have to participate in these dialodgues for performane of their this duty.

2- During this participation, they will firstly believe that Islam is only right path and all other religions and Ideas have lack this quality, secondly they adopt reasonable manners and Islamic moral values while performing this religious duty.

3- Muslims will choose offensive way instead of defensive way and also pray for allah the almighty for the rightparth of Non Muslims.

مذہب کی اہمیت:

کسی انسان کا مذہب یا نظریہ ایک فطری رجحان طبع ہے۔ یہ فطری احساس بھی دوسرے خواص فطرت کی طرح طبائع مختلفہ میں مختلف حیثیتوں سے موجود ہوتا ہے کسی میں قوی اور پائدار ہوتا ہے۔ کسی میں ضعیف اور متزلزل، لیکن جسطرح دوسرے اخلاق طبعی میں افراط وتفریط ہوتے رہتے ہیں اس طرح اس احساس مذہبی میں بھی عوارض لاحق ہوتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ فطری احساس دوسرے مشاغل فکریہ کے سبب ضعیف ہو کر بظاہر محو ہو جاتا ہے۔ مگر اس کا وجود بالکلیہ کبھی فنا نہیں ہوتا۔ دنیا میں جس قدر مذاہب یا نظریات پائے جاتے ہیں وہ تمام کے تمام دراصل اسی حاسہ فطری کی تہذیب ونشو کے لئے معرض وجود میں آئے ہیں اور ہر ایک کا دعوے ہے کہ ہمارا مذہب سچا اور ضروریات زندگی کے مطابق ہے اور باقی مذاہب جھوٹے اور نا قابل تسلیم ہیں اس لئے قرآن مجید میں وارد ہے۔

کل حزب بما لدیھم فرحون (1A)

''ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اُس میں مگن ہے۔''

دنیا کے تمام نظریات اور مذاہب عالم کے پیروکار، انسانوں کو اپنے اپنے مذہب میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اہل عالم کی توجہات کو مذہب کی اس خاص امتیازی شان کی طرف جذب کرنا چاہتے ہیں جو اُن کے خیال میں صرف انہیں کے مذہب میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً بدھ مذہب کے حامی رحم و رافت کی امتیازی شان کو پیش کرتے ہیں۔ مسیحی مذہب نجات کی وسعت کو اپنی خصوصیت سمجھتا ہے۔ ہندوستانی مذاہب کو اپنے ظنی فلسفوں پر ناز ہے۔ یونان اور ایران کے مذاہب مشاہدات پر اپنی یقینیات کی بنیاد رکھتے ہیں۔ افریقہ کے قبائل، صحرانشین اور قطب جنوبی کی اقوام کے مذاہب میں بھی اِس طرح کی بیشمار دلچسپ باتیں ہیں۔

اقوامِ عالم سے مذہب کی ضرورت کا واقعی احساس جسوقت گم ہو جائے گا اس وقت دنیا میں انسان نہوں گے بلکہ کچھ اور ہوگا۔ پس مذہب کو انسانی زندگی میں اُتنا ہی دخل ہے جتنا روح حیوانی کو بقائے شخصی کے قائم رکھنے میں ہے۔

مذہب اور نظریات کی برکات یہیں پر خاتمہ نہیں ہو جاتی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام قوانین ملکی وسیاسی معاشی کی اصل بھی فی الواقع روحِ مذاہب ونظریات ہے۔ مثلاً قانونِ حکومت منع کرتا ہے کہ کسی شخص کے مال پر سرقہ یا رہزنی کے ذریعہ سے قبضہ نہ کیا جائے۔ سرقہ کہ ممانعت کیوں ہے کیا وجہ ہے کہ ایک چیز مثلاً زید اپنے اختیار سے کسی شخص کو دے سکتا ہے خواہ اُس شخص کو اس کی مطلق ضرورت نہ ہو۔ لیکن کوئی دوسرا شخص زید سے چھین نہیں سکتا خواہ سخت حاجت مند ہو، کہا جائیگا کہ پہلی شکل موجب اذیت زید ہے۔ اس لئے ممنوع قرار پائی، لیکن زید کے پاس مال کا ہونا بھی تو باعثِ اذیت سارق تھا اس کا کیوں نہ خیال کیا گیا، یہی استدلالات تمام قوانین میں نافذ ہو سکتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مسلمہ نیکیوں کا منشاء محض حاسئہ فطری ہے جسکی تعیین نظریات اور مذہب کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ مذہب اگر جہل، سرقہ، بے حیائی، غارتگری، قطع رحمی وغیرہ تمام افعال کو گناہ قرار نہ دے تو دنیا میں انسان کے بنائے ہوئے یہ قوانین بھی نظر نہ آئیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ انسانی معیشت کی یہ شیرازہ بندیاں جو انسان کو افضل خلائق بنانے میں معاون ہیں تمام تر مذہب اور نظریات کی مبادیات پر گامزن ہونے کی وجہ سے ہی ہیں۔ (1B)

مختلف مذاہب کی حقیقت:

یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ انسان نے خود اپنی تلاش و جستجو سے جتنے نظریات یا مذاہب ایجاد کئے ہیں ان سب کو دو قسموں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ایک قسم ان مذاہب کی ہے جو تخیل کی بلند پروازیوں سے پیدا ہوئے ہیں اور انسان کی عجوبہ پسندی کو اپیل کرتے ہیں۔ دوسری قسم ان طریقوں کی ہے جو خواہشات اور ہوائے نفس سے پیدا ہوئے ہیں اور انسان کے حواس کو اپیل کرتے ہیں۔ اگر چہ ان دونوں قسم کے طریقوں میں عقل اور استعدادِ علمی سے کام لیا گیا ہے لیکن نہ عقل ان کی محرک ہے نہ وہ عقل کو اپیل کرتے ہیں، نہ عقلی نتائج کا حصول ان کا منتہائے مقصود ہے۔

ان کے مقابلہ میں ایک مذہب وہ ہے جو خدا نے اپنے رسولوں کے ذریعہ بھیجا ہے یہ مذہب جو ایک خاص علم، وحی کے ذریعہ سے پیدا ہوا ہے، سراسر عقل کو اپیل کرتا ہے، اور اس کا اصل مقصد انسان کو حقیقی معنی میں انسان بنانا ہے۔ اُسے تمام بنی نوع انسان سے بلا امتیاز رنگ و خون محبت کا سبق پڑھانا اور انسان کے بنائے ہوئے نظریات کی جہالت کی تاریکی سے نکال کر علم کی روشنی میں لانا ہے تا کہ وہ کائنات میں اپنی اصلی حیثیت سے واقف ہو، موجودات کے ساتھ اپنے تعلق کی حقیقی نوعیت کو سمجھے، اور علم و فہم کی روشنی میں اپنی تمام ظاہری و باطنی قوتوں اور مادی و روحانی وسائل کو اس مقصد تک پہنچنے میں استعمال کرے جو در حقیقت انسانی زندگی کا اصلی مقصد ہے۔(2)

مکالمہ بین المذاہب کے حوالہ سے غلط فہمی کا ازالہ:

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ تمام نظریات اور مذاہب کے ماننے والوں میں سے ایک مذہب اگر ایک ہی شے کو سیاہ کہے، دوسرا سپید، تیسرا زرد اور چوتھا سرخ، تو ممکن نہیں ہے کہ یہ چاروں معًا سچے ہوں۔ اگر ایک ہی فعل کو ایک بُرا کہتا ہے اور دوسرا اچھا، ایک اس سے منع کرتا ہے اور دوسرا اس کا حکم دیتا ہے تو کسی طرح ممکن نہیں کہ دونوں کی رائے صحیح ہو، دونوں برحق ہوں اور دونوں امر و نہی کا کھلا ہوا اختلاف رکھنے کے باوجود اپنے حکم میں درست ہوں، جو شخص مکالموں میں ایسے متضاد اقوال کی تصدیق کرتا ہے اور ایسے متضاد احکام کو برحق قرار دیتا ہے اس کا یہ فعل دو حال سے خالی نہیں ہوگا۔ یا تو وہ سب کو خوش کرنا چاہتا ہے، یا اس نے اس مسئلہ پر سرے سے غور ہی نہیں کیا اور بے سوچے سمجھے رائے ظاہر کر دی۔ بہر حال دونوں صورتیں اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں اور کسی دانشمند اور حق پسند انسان کے لئے

یہ زیبا نہیں کہ کسی وجہ سے بھی مختلف الخیال لوگوں کی تصدیق کرے۔

عموماً مکالمہ بین المذاہب میں شریک حضرات اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ دس مختلف خیالات رکھنے والے مذاہب ونظریات کے مختلف اور متضاد خیالات کو درست قرار دینا ''رواداری'' ہے۔ حالانکہ اسلامی اصول کے تحت یہ دراصل رواداری نہیں ہے۔ رواداری کے معنی ہیں مکالمہ کے دوران جن لوگوں کے عقائد یا اعمال ہمارے نزدیک غلط ہیں ان کو ہم برداشت کریں، ان کے جذبات کا لحاظ کر کے ان پر ایسی نکتہ چینی نہ کریں جو ان کو رنج پہنچانے والی ہو، اور انہیں ان کے اعتقاد سے پھیرنے یا ان کے عمل سے روکنے کے لیے زبردستی کا طریقہ اختیار نہ کریں۔ اس قسم کے ڈائیلاگ اور اس طریقے سے لوگوں کو اعتقاد و عمل کی آزادی دینا نہ صرف مستحسن فعل ہے، بلکہ مختلف الخیال مذاہب ونظریات اور سلامتی کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ لیکن اگر ہم خود ایک عقیدہ رکھنے کے باوجود محض دوسرے مذاہب و نظریات کے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ان کے مختلف عقائد کی تصدیق کریں، اور خود ایک دستور العمل کے پیرو ہوتے ہوئے دوسرے مختلف دستوروں کا اتباع کرنے والوں سے کہیں کہ آپ سب حضرات برحق ہیں، تو اس مکالمہ کو اسلام میں کسی طرح رواداری سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ مصلحتاً سکوت اختیار کرنے اور عمداً جھوٹ بولنے میں آخر کچھ تو فرق ہونا چاہیے۔ مکالمہ بین المذہب کا اصل وہ طریقہ جس کی تعلیم اسلام نے ہم کو دی ہے کہ:

والذین لا یشھدون الزور واذا مرّو ا بالغو مرو اکراماً (2A)

''خدا کے نیک بندے وہ ہیں جو جھوٹ پر گواہ نہیں بنتے اور جب کسی نامناسب فعل کے پاس سے گزرتے ہیں تو خودداری کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔''

فلذالك فادع واستقم کما امرت ولا تتبع اھواء ھم۔(2B)

''پس تم ان کو حق کی دعوت دو اور اپنے مسلک پر جمے رہو جیسا کہ تم کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشات کی ہرگز پیروی نہ کرو۔''

اُدعُ الی سبیل ربك بالحکمة والموعظةِ الحسنةِ وجادلھم بالتی ھی احسنُ۔(2C)

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ پند و نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے مباحثہ کرو۔''

ڈائیلاگ میں یہی وہ اسلامی اصول ہے جو ایک حق پرست، صداقت پسند اور سلیم الطبع مسلمان اختیار کرسکتا ہے۔ وہ جس مسلک کو صحیح سمجھتا ہے اس پر سختی کے ساتھ قائم رہے گا، اپنے عقیدہ کا صاف صاف اظہار و اعلان کرے گا، دوسروں کو اس عقیدہ کی طرف دعوت بھی دیگا، مگر کسی کی دل آزاری نہ کرے گا، کسی سے بدکلامی نہ کرے گا، کسی کے معتقدات پر حملہ نہ کرے گا، کسی کی عبادات اور اعمال میں مزاحمت نہ کریگا، کسی کو زبردستی اپنے مسلک پر لانے کی کوشش نہ کرے گا۔ باقی رہا حق کو حق جانتے ہوئے حق نہ کہنا۔ یا باطل کو باطل سمجھتے ہوئے حق کہہ دینا، تو یہ ہرگز کسی سچے انسان کا فعل نہیں ہوسکتا۔ اور خصوصاً دور حاضر میں حکومتوں اور متعدد اداروں کو خوش کرنے کے لیے ایسا کرنا تو نہایت مکروہ قسم کی خوشامد ہے۔ ایسی خوشامد نہ صرف اسلامی حیثیت سے ذلیل ہے بلکہ اس مقصد میں بھی کامیاب نہیں ہوتی جس کے لیے مسلمان اپنے آپ کو اس پست منزل تک گراتا ہے۔ قرآن کا صاف اور سچا فیصلہ ہے کہ:(3)

ولن ترضیٰ عنك الیهود ولا النصارٰی حتیّٰ تتبع ملتهم۔(3A)

''یہود اور نصاریٰ تجھ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ تو ان کی ملّت کا پیرو نہ بن جائے گا۔''

دور حاضر کے مکالمے:

دور حاضر میں مستشرقین، متغربین یا مسلم متجددین کے نزدیک مکالمہ بین المذاہب سے مراد یہ ہے کہ تمام مذاہب کے لوگ ان عقائد و نظریات کو پیش کریں جن میں اُن تمام کے درمیان اتفاق اور ہم آہنگی پیدا ہوسکتی ہو اور وہ امور جن میں اُن تمام نظریات کا باہمی اختلاف ہے اور ان میں کبھی اتفاق نہیں ہوسکتا اُن کو چھوڑ دیں تاکہ اِن متفقہ بنیادوں پر اُن کے اندر اُن محدود علاقہ یا ساری دنیا ارضی میں محبت، امن، آشتی اور محبت کی فضا برقرار ہے۔

اس فکر کے حامل مسلم سکالرز اس کی سند قرآن مجید کی اس آیت سے لیتے ہیں۔

قُل یٰٓا هل الکتٰبِ تعالوا الیٰ کلمه سوآءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا

الله ولا نشرك بهٖ شيئاً وّ يتخذ بعضنا بعضًا ارباباً مّن دُونِ الله
فان تولّوا فقولوا اشهدوا بانّا مسلمون۔ (3B)

''اے نبیؐ، کہو،'' اے اہلِ کتاب، آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنا لے۔ اِس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مُسلم (صرف خدا کی بندگی و اطاعت کرنے والے) ہیں۔''

اس سلسلہ میں یہ امر غور طلب ہے کہ ایک تو اس آیت کے اترنے کے بعد نجران کے عیسائی وفد اور مدینہ طیبہ کے یہودیوں نے اِس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا مزید یہ امر تو نظریات کی بنیادوں میں وحدت پیدا کر کے اُن کو اسلام کی حقانیت کا قائل کرنے کے لئے تھا نہ یہ کہ اپنے نظریات کی حقانیت پر قائم رہ کر اُس کا پرچار کرتے رہنا اور اس نظریہ کے مخالفین کا عراق، افغانستان، لیبیا، صومالیہ اور تمام عالم اسلام میں قتل عام اور اُن کے خون کی ندیاں بھی بہاتے رہنا اور ساتھ اِس قسم کے مکالمہ کا انعقاد کر کے اپنے اِن انسانیت کُش اقدامات کی پردہ پوشی کی کوشش کرنا ہے۔ ان مکالموں کے بارے میں علامہ اقبال ؒ نے فرمایا ہے کہ:

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر پھر سلا دیتی ہے اُس کو حکمران کی ساحری
جادوِ محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز دیکھتی ہے حلقہ گردن میں سازِ دلبری

یہ بات تمام مسلمانوں کے ذہن میں رہے کہ رات کے وقت ہر مقام پر رات ہوتی ہے یہ ناممکن ہے کہ پاکستان میں رات کے وقت کراچی میں دن ہو اور باقی سارا پاکستان تاریکی میں ڈوبا ہوا ہو اِسی طرح حق ایک ہے اور باطل بے شمار جس کے بارے میں واضح کیا گیا ہے۔

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

اِس قسم کے مکالمے شرکت میانہ حق و باطل کی قسم ہے اور دراصل اپنے سامراجی عزائم کی تکمیل کا ذریعہ ہیں۔ یہ امر واضح ہو جانا چاہئیے کہ ہر مذہب اور نظریہ اپنے مکمل نظام ہونے کا داعی ہے کسی

مذہب یا نظریہ کے داعی یہ قطعاً نہیں سمجھتے کہ اُن کا مذہب نامکمل ہے اور کسی دوسرے نظریہ کی مدد سے مکمل ہوگا۔ ہر مذہب کی اپنی بنیادیں اپنی شاخیں اور اپنے پھل ہیں کسی ایک پھل کے اندر دوسرا پھل نہیں گھسایا جاسکتا اس سلسلہ میں آئندہ سطور میں بات واضح ہو جائے گی۔

مکالمہ کے معنی:

ارباب دانش سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ گلوبلائزیشن (Globalization) کے اس دور میں بین المذاہب مکالمہ (Inter-Faith Dialogue) کی ضرورت بہت زیادہ ہے اسلامی نقطہ نظر کے مطابق مکالمہ ہی وہ واحد طریقہ ہے جس سے کسی بھی مذہب کا داعی، مخاطب کو اپنی دعوت کی طرف متوجہ کر سکتا ہے، باہمی مکالمہ دعوت کا ایک ایسا اسلوب ہے جس کے ذریعے غیر متعصب اور حق کے متلاشی مخاطب کو زیادہ گہرائی اور سنجیدگی کے ساتھ سوچنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔

لغوی طور پر لفظ مکالمہ عربی کا لفظ ہے جس کے حروف اصلیہ (ک۔ل۔م) ہیں جس سے لفظ کلام نکلا ہے جو اسم جنس ہے کثیر اور قلیل دونوں پر دلالت کرتا ہے اس سے مراد کسی انسان کا دوسرے انسان سے مخاطب ہونا کلام کرنا یعنی بولنا ہے۔ اس کو اردو میں گفتگو بھی کہتے ہیں۔ لفظ گفتگو دراصل فارسی الاصل ہے اور دو لفظ گفت اور گو کا مرکب ہے جس سے مراد بات چیت، بول چال، تقریر ہے اور یہ مونث ہے۔ لفظ مکالمہ عربی نحو کے لحاظ سے باب مفاعلہ کا صیغہ اور اس کا مادہ کالم ہے۔ اس سے مراد" دو انسانوں کا ایک دوسرے کو اپنے اپنے موقف کے حق میں گفتگو کے ذریعہ دلائل دے کر قائل کرنے کی کوشش کرنا ہے" لفظ مکالمہ عربی زبان میں اس معنی میں مستعمل نہیں بلکہ اس کے لئے لفظ "حوار" مروج ہے البتہ لفظ مکالمہ کلام کرنے، بات چیت کرنے کے معنی میں مروج ہے جس طرح لفظ "مکالمہ ھاتفیہ" ٹیلیفون کی گفتگو ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق مکالمہ گفتگو کا ایک ایسا اسلوب ہے جس میں متکلم اور سامع کے درمیان براہ راست گفتگو ہوتی ہے اور حقائق پوری طرح نکھر کر سامنے آتے ہیں، اب یا تو مخاطب مدِّ مقابل کے موقف کو قبول کر لیتا ہے یا پھر دلائل کی بنیاد پر رد کر دیتا ہے، یہ مکالمہ افراد کے درمیان بھی ہو سکتا ہے، تہذیبوں اور مختلف مذاہب کے درمیان بھی۔ (4)

یہ ایک ابدی حقیقت ہے کہ باہمی مکالمہ اور امن وامان کا ماحول اسلام کی ضرورت ہے، یہ اللہ تعالٰی کا وعدہ ہے اور تاریخ اسلام اس کی شاہد ہے کہ جب بھی دلائل کی بنیاد پر گفتگو ہوگی تو میدان ہمیشہ

اسلام اور اہلِ اسلام کے ہاتھ ہی رہے گا کہ اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر عقل واستدلال کی رو سے مطلق ہے اور وہ کسی زمانہ اور وقت کے ساتھ مخصوص نہیں البتہ مادی غلبہ اہلِ اسلام کی اہلیت اور صلاحیت کے ساتھ مشروط ہے، کیونکہ آزادانہ مباحثہ اور مکالمے میں آخر کار جو چیز باقی رہے گی وہ سچائی ہے جبکہ یہ ایک مستحکم پختہ اور ابدی حقیقت ہے کہ کامل اور بے داغ سچائی اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب ونظریات کے پاس نہیں ہے، اسلام کے پاس طاغوت کو شکست دینے کے لیے دلائل و براہین کی ہرگز کمی نہیں اور مکالمے کی میز پر یہی ہمارا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق مکالمے مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں، عمومی طور پر ان کی درج ذیل چار اقسام ہیں۔

مکالمہ کی اقسام:

بین المذاہب مکالمہ عمومی طور پر درج ذیل چار اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

1 - مکالمہ برائے مکالمہ

2 - مکالمہ برائے حقانیت کل مذاہب

3 - مکالمہ برائے افہام تفہیم

4 - مکالمہ برائے تبلیغ اسلام

1- ان میں پہلی قسم کو اسلام قطعاً قبول نہیں کرتا بلکہ اس کو لغویات، وقت کا ضیاع اور بہت بڑا گناہ سمجھتا ہے قرآن وحدیث میں اس کی کھلے انداز میں مخالفت آئی ہے۔

واذا خاطبهم الجاهلون قالوسلاما (4A)

''اور جب جاہل اُن کے منہ کو آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام''

والذين هم عن اللغو معرضون (4B)

''یقیناً فلاح پائی اُن ایمان والوں نے جو لغویات (جن افعال کا کوئی مقصد نہ ہو) سے دور رہتے ہیں''

من كان يو من بالله واليوم الا خر فليقل خيراً او ليصمت (5)

''جو شخص اللہ تعالی اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی (فائدہ مند) بات کہے اور اگر ایسی بات کا موقع نہیں تو پھر خاموش رہ جائے۔''

ان اللہ یکرہ لکم قیل وقال و کثرۃ السوال و اضاعۃ المال۔(6)

''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے مقصدیت سے عاری مکالمہ بازی، بہت زیادہ سوالات کرنا اور اموال کو ناحق ضائع کرنا مکروہ گردانا ہے''

سیرۃ النبی ﷺ کے مطالعہ سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے بھی مکی و مدنی دور میں اس قسم سے مکمل اجتناب فرمایا تھا جس طرح عتبہ بن ربیعہ کی باتوں کا جواب آپ نے سورہ حٰم السجدہ کی آیات تلاوت کر کے دیا۔ عبداللہ بن امیہ کے جواب میں سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 39-90 اتاری گئیں۔(7)

2- جہاں تک دوسری قسم کا تعلق ہے تو وہ ناممکنات میں سے ہے کیونکہ عقلاً اور عادتاً اجتماع الضدین محال ہے۔ دو برعکس اور ایک دوسرے کی الٹ چیزیں اکٹھی نہیں ہوسکتیں مثلاً روشنی واندھیرا، صبح وشام عدل وظلم، نیکی وبدی، خیروشر وغیرہ۔ مزید اللہ تعالیٰ نے بھی صحیح بات اور غلط بات کے لئے دو الفاظ حق اور باطل استعمال کئے ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد اور الٹ ہیں اب کسی مذہب یا نظریہ میں ان دونوں میں سے ایک ہوگا یا وہ مبنی برحق ہوگا یا اُس کی بنیاد باطل پر ہوگی۔ کسی نظریہ میں دونوں خصوصیات کو اکٹھا کرنے سے اسلام نے منع فرمایا ہے۔

یا اھل الکتاب لم تلبسون الحق بالباطل۔(7A)

''اے اہل کتاب کیوں حق کو باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بناتے ہو۔''

پھر یہ بات واضح کردی۔

لیحُق الحق ویبطلُ الباطل۔ (7B)

''تا کہ حق حق ہو کر رہے اور باطل باطل ہو کر رہ جائے''

3- تیسری قسم کی اسلام نے اس صورت میں اجازت دی ہے کہ جب کوئی انسان دین اسلام کو سمجھنے کی نیت سے آئے اور مسلمانوں نے اس بارے میں مکالمہ کرنا چاہے تو اُسے اُس کے نظریہ و مذہب کی خامیوں سے آگاہ کر کے اسلام کی خوبیاں واضح کردینی چاہئیں۔ لیکن اگر مکالمہ کرنے والے کی یہ نیت نہیں ہے تو وہ مکالمہ پہلی قسم میں شمار ہوگا جو لغویات میں سے ہوگا۔(7C)

3- تیسری قسم کے مکالمہ کے جواز کی سند نجران کے وفد سے رسول اکرم ﷺ کا مکالمہ اور حضرت عدی بن حاتم سے آپ کا مکالمہ ہے۔

4- چوتھی قسم کی نیت کے ساتھ مکالمہ تمام مسلمانوں پر فرض ہے یہ ایک علیحدہ بحث ہے کہ یہ کبھی فرض عین اور کبھی فرض کفایہ ہوتا ہے۔ لیکن دین کی بات کو تمام اقوام تک پہنچانا جسے تبلیغ یا دعوت دین کہتے ہیں تمام مسلمانوں پر فرض ہے اس فرض کی ادائیگی کے مختلف طریقہ ہیں اُن میں ایک طریقہ یہ قسم ہے جس میں دین کا پیغام پہنچانے اور اقوام عالم پر اتمام حجت کے لئے مکالمہ کا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ برصغیر میں اس قسم کے مکالمہ کا آغاز شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اور اسی قسم کو ڈاکٹر وزیر خان، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا قاسم نانوتوی اور اُس دور کے علماء نے پروان چڑھایا۔(8)

یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ ان مناظروں میں دونوں فریق اکثر یہ بات لکھ دیتے تھے کہ مکالمہ کے دوران حق جس کے ساتھ واضح ہوا فریق ثانی اُسے قبول کرلے گا لیکن جب حق یعنی اسلام کی حقانیت اور عیسائیت، ہندومت، بدھ مت وغیرہ کا بطلان ثابت ہو جاتا تو ان مذاہب کے لوگ بالعموم اپنے وعدہ سے پھر جاتے یا میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے جس طرح پادری فنڈر استنبول میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی آمد پر ترکی چھوڑ کر چلا گیا تھا۔(9)

اس قسم کی قرآن مجید نے بھی تائید کی ہے۔

بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق۔(9A)

ہم تو باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اُس کا سر توڑ دیتی ہے اور وہ دیکھتے دیکھتے مٹ جاتا ہے۔

مکالمہ کی ان اقسام کے مطالعہ کے بعد یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اسلام کے علاوہ دور حاضر کے بقیہ مذاہب ونظریات کا مختصر جائزہ لے لیا جائے۔

غیر اسلامی مذاہب کی حقیقت:

دنیا کے تمام مذاہب ونظریات کی حقانیت کو جانچنے کا صرف ایک عقلی پیمانہ ہے اور وہ یہ کہ "یہ نظریہ بنی نوع انسان کے ساتھ کتنی محبت رکھتا ہے اور یہ کہ کیا تمام انسانوں میں مساوات کا داعی ہے؟" اگر اس عقلی پیمانہ کے مطابق دیکھا جائے تو دنیا میں جتنے بھی غیر اسلامی مذاہب ونظریات موجود ہیں ان کی بنیاد رنگ، خون، قوم، وطن۔ پیٹ یا علاقائیت ہے کوئی بھی بنی نوع انسان سے محبت اور بنی نوع

انسان میں مساوات کا داعی نہیں مثلاً ملاحظہ فرمائیں۔

یورپی تہذیب کا پروردہ امریکی ضمیر اس بات کو جائز سمجھتا ہے کہ علی الاعلان ریڈ انڈین نسل کو مٹا دینے کی منظم کوشش کرے۔ جنوبی افریقہ میں مارشل اسمٹس کیلئے ہندوستانیوں کیخلاف دن دہاڑے نسلی امتیاز کے قوانین وضع کرنا بھی درست ہے۔ جدید و قدیم نظریات نے وحدت انسانی اور مساوات کا جنازہ اٹھانے کی مکمل کوششیں کی ہیں، برطانیہ کے شاہی جھنڈے میں انگلینڈ، ویلز، اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ شامل ہیں مگر آج تک کسی آئرش کو وزیر اعظم بننے کا موقع نہیں دیا گیا۔ انگلینڈ کی آبادی میں بلحاظ مذہب آج تک دو بڑی قومیں ہیں، کیتھولک اور پروٹسنٹ لیکن کسی کیتھولک عیسائی کو وزیر اعظم نہیں بنایا گیا۔

تقسیم ہند سے قبل ہندوستان میں ایک ہی مذہب کو ماننے والوں میں تفاوت تھا کہ دیسی اور یورپین عیسائیوں کے گرجا گھر اور قبرستان علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے، حتیٰ کہ ان کے کلب اور سوسائٹیاں بھی بالکل جدا جدا ہوتی تھیں، ڈیڑھ صدی اس ملک پر حکمرانی کرنے کے باوجود کوئی ایک کمانڈر اس علاقہ سے نہیں لیا گیا تھا، عالم عیسائیت آج اپنی بیسویں صدی کے اختتام پر ہے لیکن آج تک خداوند یسوع و مسیح کی اولاد میں سے کوئی غیر یورپین بیٹا پوپ نہیں بنایا گیا بلکہ پوپ ہمیشہ یورپی منتخب ہوا اور آئندہ بھی یہی ہوگا۔ اسی طرح ایک یہودی اپنی قوم سے باہر کسی پیغمبر کو تسلیم نہیں کرتا، ایک عیسائی بنی اسرائیل سے باہر کے انبیاء کو تسلیم کرنے کو قطعاً تیار نہیں، ہندومت کے لوگ آریہ ورت سے باہر خدا کی کسی آواز کے قائل نہیں، ایران کے زرتشی کو اپنے ہاں کے سوا دنیا ہر جگہ اندھیری معلوم ہوتی ہے غرضیکہ دنیا کا ہر نظریہ چاہے وہ سابقہ الہامی مذاہب کی صورت میں ہو یا دور جدید کے جاہلی نظریات کا عکس ہو، وحدت انسانی کو پارہ پارہ کرنے اور انسانی مساوات کا جنازہ اٹھانے میں ہمہ وقت مصروف ہے۔ (10)

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اُن تمام کی بنیاد حق پر نہیں بلکہ باطل پر ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جس قسم کا بیج ہوگا اُس قسم کا پھل آئے گا۔ ان تمام مذاہب و نظریات کی مثال اللہ تعالیٰ نے اس طرح دی ہے۔

ومثل کلمة خبیثة کشجرة خبیثه (10A)

''اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایک بدذات درخت کی سی ہے''

سابقہ تمام حقائق کو سامنے رکھ کر اسلام نے مکالمہ نگار کے لئے کچھ اصول مرتب کئے

ہیں۔ جب بھی کوئی مسلمان سابقہ بیان کی گئی اقسام میں سے چوتھی قسم یعنی تبلیغ دین کی نیت سے مکالمہ کرے گا تو اُس پر مکالمہ کے دوران درج ذیل اصولوں کی پاسداری لازمی ہوگی۔ وہ اصول یہ ہیں۔

1- مکالمہ نگار کا بنی نوع انسان سے محبت رکھنا۔

2- مکالمہ نگار کا اسلام کی حقانیت کو مسلّم امر تسلیم کرنا۔

3- مکالمہ نگار کا اسلام کی عملی تصویر بننے کی کوشش کرنا۔

4- مکالمہ نگار کا دوسرے مذاہب و نظریات کو باطل اور ان کے مکالمہ نگاروں کو داعی صداقت نہ سمجھنا۔

5- مکالمہ نگار کا دوسرے مذاہب کے طریقوں کو اختیار نہ کرنا۔

6- مکالمہ نگار کا مکالمہ کی نیت اُن پر تبلیغ دین یا اتمام حجت رکھنا۔

7- مکالمہ نگار کا دوسرے مذاہب کے اعتراضات کا جواب، اقدامی انداز میں دینا نہ کہ دفاعی انداز میں۔

8- مکالمہ نگار کا دوسرے مذاہب والوں کی ہدایت کے لئے ہر وقت اور خصوصاً رات کی تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا۔

ان تمام اصولوں کی مختصر تشریح کچھ اس طرح ہے

(1) مکالمہ نگار کا بنی نوع انسان سے محبت کرنا:

اسلام کی بنیادی تعلیم بنی نوع انسان کے ساتھ محبت اور اُس کے لئے خیر خواہی کا جذبہ اور اُن کے درمیان مساوات کو برقرار رکھنا ہے یہ بات ذہن میں رہے کہ اسلام مسلمانوں کے کسی رویہ کا نام نہیں ہے، اسلام ایک اصولی مسلک کا نام ہے، وہ کسی قوم کے قومی طرزِ عمل کا نام نہیں۔ مسلمانوں کے عمل کو اسوہ رسول ﷺ اور اسلام کی قرآنی و نبوی تعلیمات سے جانچا جائے گا نہ کہ اسلام کو مسلمانوں کے عمل سے جانچا جانے لگے۔ اسلام صرف اور صرف پیغمبر اسلام کی تعلیمات اور آپ کے نمونہ حیات کا نام ہے اور پیغمبر اسلام سید البشر محمد ﷺ انسانیت، محبت، مساوات انسانی اور امن کے پیغمبر تھے۔

بین المذاہب مکالمہ کے دوران کوئی مومن ہو یا مسلم غیر مسلم ہو یا ذمی بہر حال وہ انسان ضرور ہوگا، انسان اس کائنات کی اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ باعزت ہستی ہے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے

اس کی تخلیق کے وقت سے مکرم اور زمین کا وارث بنایا اور اس پر اپنے احسانات کی بارش کی ہے جس طرح قرآن مجید میں وارد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا(10B)

اور ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطاء کیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور بہت سی مخلوقات پر نمایاں فضیلت بخشی۔

انسان کو یہ مقام، یہ عزت یہ کرامت اور یہ بزرگی کسی قومیت، نسل، دین، علاقائیت یا زبان کی وجہ سے نہیں دی گئی کیونکہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی اور کنگھی کے دندانوں کی مانند برابر اور ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ اور رسول اکرم ﷺ نے اکثر احکام بنی نوع انسان کو مدنظر رکھ کر دیئے ہیں مثلاً حدیث میں ہے کہ:

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا۔(11)

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور بڑے کی عزت نہ کرے۔''

اسی طرح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم جارہ من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ(12)

''جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔''

قرآن مجید کا پیغام پوری انسانیت کیلئے ہے نہ کہ کسی مخصوص گروہ کیلئے، قرآن عالمی قدروں اور مسلمانوں میں بنی نوع انسان کے ساتھ محبت کے جذبہ کو زندہ کرنا چاہتا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا:

قال:لن تومنوا حتیٰ ترحموا، قالو کلنا رحیم یا رسول اللہ قال

انہ لیس برحمۃ احدکم صاحبہ ولکنہا رحمۃ الناس رحمۃ العامۃ(13)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم رحم نہ کرو۔ لوگوں نے کہا کہ اے خدا کے رسول ہم میں سے ہر شخص رحم کرنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اپنے ساتھی پر مہربانی کرو، بلکہ اس سے مراد تمام لوگوں اور تمام انسانوں کے ساتھ رحم کرنا ہے۔ اور اُن سے محبت کرنا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے مکالمہ نگار کے لئے اسلام کی آفاقی تعلیمات کو اس طرح بیان فرمایا:

عن أبیؓ هریرة قال: رسول اللهﷺ "المسلم من سلم الناس من لسانه ویده والمؤمن من أمنه الناس علی دمائهم وأموالهم"(14)

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام بنی نوع انسان محفوظ رہے اور مومن وہ ہے، جو تمام بنی نوع انسان کے جانوں اور مالوں کی حفاظت کرے۔

اسلام کے مطابق پوری انسانیت خدا کا ایک کنبہ ہے، بیہقی کی ایک روایت ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ تمام انسان خدا کے عیال کی مانند ہیں اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ انسان وہ ہے جو اس خدائی عیال کے ساتھ بہترین سلوک کرے اور اُن سے محبت کرے۔

الخلق عیال الله واحب الناس عند الله احسنهم لعیاله(15)

اس بات کو مولانا الطاف حسین حالی نے ایک شعر میں اس طرح کہا ہے:

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

سنن النسائی میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کے آخری پہر میں اٹھتے تو تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر ذکر اور دعا میں مشغول ہو جاتے اس دوران آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے کہ اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ سارے بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اللھم انی اشھد ان العباد کلھم اخوۃ(16)

ان تمام نصوص کی روشنی میں مسلم مکالمہ نگار کے لئے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بنی نوع انسان سے محبت کا جذبہ اپنے دل میں موجزن رکھے۔

(2) مکالمہ نگار کا اسلام کی حقانیت کو ایک مسلّم امر تسلیم کرنا:

بنیادی طور پر اسلام ایک عقلی مذہب ہے اور عقل کو لامحدود بھی تصور نہیں کرتا۔ عقل کو اُس کی فطری بنیادوں کے اندر معیار مان کر یہ اعلان کرتا ہے۔

ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔(16A)

''اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اُن پر گندگی ڈال دیتا ہے''

سابقہ اوراق میں عقلی معیاروں کو سامنے رکھ کر ہم شرح صدر کے ساتھ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ صرف اور صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو سلیم الفطرت انسانوں کے عقلی معیاروں پر پورا اترتا ہے۔ دنیا کا کوئی دوسرا مذہب یا نظریہ ان خصوصیات کا حامل ہے اور نہ ہی وہ بنی نوع انسان کو دنیوی و اُخروی کامیابی کی ضمانت دیتا ہے انہیں حقائق کو سامنے رکھ قرآن مجید نے یہ بات واضح کی ہے۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ۔ (16B)

''اس فرمان برداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ (مذہب یا نظریہ) اختیار کرنا چاہے اُس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔''

مزید اللہ تعالیٰ یہ بات روز روشن کی مانند عیاں کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس انسان کو سلیم الفطرت اور اُسے دنیا میں بنی نوع انسان سے محبت اور اُن کے درمیان مساوات کا داعی بنانا چاہتا ہے اُس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو فساد فی الارض (جس کے اسلام کے علاوہ باقی تمام مذاہب ونظریات داعی ہیں) کا داعی بنانا چاہتا ہے اُس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے اور ایسا بھینچتا ہے کہ اسلام کا تصور کرتے ہی اُسے یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا اُس کی روح آسمان کی طرف پرواز کر رہی ہے۔(17)

یعنی وہ اپنے انسان اور انسانیت دشمن نظریات میں اس قدر محو اور مگن ہو جاتا ہے کہ اُس کی

فطرت ہی بدل جاتی ہے اور وہ اسلام کا فطری پیغام سنتے ہی اس کے خلاف سازشوں اور مختلف قسم کی چالوں کے تانے بانے بننا شروع کر دیتا ہے جس طرح فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام عقلی دلائل دے کرلا جواب کر دیا جس کا ذکر سورہ طٰہٰ آیت نمبر 50-56 میں ہے لیکن اُس نے اُن دلائل کے جواب میں:

فتولیٰ فرعون فجمع کیدہ ثم اتی۔(17A)

''فرعون نے پلٹ کر اپنے سارے ہتھ کنڈے اکٹھے کئے اور مقابلہ میں آ گیا۔

اسی طرح حدیث میں وارد ہے۔

الاسلام یعلو ولا یُعْلیٰ علیہ(18)

اسلام ہمیشہ سر بلند اور فائق رہے گا اور اس پر کوئی نظریہ فوقیت حاصل نہیں کر سکتا۔ ان سطور کی روشنی میں مکالمہ نگار مکالمہ کے دوران یہ بات ذہن میں رکھے گا کہ اسلام ہی دین حق ہے اور بقیہ مذاہب و نظریات مبنی برحق نہیں ہے اور یہ کہ اسلام کی عقلی اور نقلی طور پر فوقیت ان تمام پر ایک مسلّم امر ہے۔

(3) مکالمہ نگار کا اسلام کی عملی تصویر بننے کی کوشش کرنا:

اسلام ایک ایسا دین، مذہب یا زندگی گزارنے کا طریقہ ہے جو ہمیں دو ذرائع سے حاصل ہوا ہے۔ 1 عقلی 2 نقلی۔ یعنی اسلامی تعلیمات و ہدایات عقلی پیمانے پر بھی پوری اترتی ہیں اور مزید پندرہ صدیوں سے ہر صدی میں تین یا چار نسلیں متواتر طور پر یہ پیغام ہمیں پہنچاتی آ رہی ہیں اور اُن نسلوں کا کردار غیر متعصبانہ صداقت اور حق پرستی کا حامل رہا ہے۔ لہٰذہ اُن کا عمل بھی ہمارے لئے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ ان تمام کے کردار میں یہ امر بہت واضح طور پر عیاں رہتا تھا کہ وہ تمام اسلامی تعلیمات کی عملی تصویر ہوتے تھے وہ شکل کے لحاظ سے بھی شمائل نبوی ﷺ سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے اور عملی زندگی میں بھی اسود بنوی ﷺ کی پیروی کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک صرف آپ کا اُسوہ ہی اسوہ کامل تھا۔ اس لئے دور حاضر کے مکالمہ نگار کو بھی دور جدید کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سابقہ ادوار کے علماء و سکالر حضرات کے طریقوں کو اختیار کرنا پڑے گا۔ اور

اگر وہ کوئی نیا طریقہ اختیار کرتا ہے تو پھر اس زمرہ میں آجائے گا۔

لم تقولون مالا تفعلون (18A)

تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

4-دوسرے مذاہب ونظریات کو غیر صحیح اور اُن کے مکالمہ نگاروں کو داعی صداقت نہ سمجھنا:

سابقہ اوراق میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے اجتماع الضدین محال ہے مزید مکالمہ نگار کے لئے اصول نمبر 2 میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ اُسے اسلام کی حقانیت کو ایک مسلّم امر تسلیم کرنا پڑے گا۔ تو اب حق ایک ہی ہو سکتا اور حق کے علاوہ باقی تمام نظریات کے بارے میں قرآن مجید میں وارد ہے:

فما ذابعد الحق إلا الضلال۔ (18B)

''پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا باقی رہ گیا''

مکالمہ کے دوران دوسرے مذاہب اور اُن کے ماننے والوں کے بارے میں ہمارے ذہن واضح ہونے چاہیں کہ اُن کی حقیقت کیا ہے جس طرح قرآن مجید میں ہے۔

قل افغیر الله تامرونی اعبد ایها الجاهلون۔ (18C)

اِن سے کہو ''پھر کیا اے جاھلو تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے کے لئے مجھے کہتے ہو''

پھر اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں کے بارے میں بتایا کہ:

الا انهم هم السفهاء ولكن لايعلمون۔ (18D)

''خبردار حقیقت میں یہ خود بے وقوف ہیں مگر یہ جانتے نہیں ہیں''

مزید ان کے سچے نہ ہونے کے بارے میں وارد ہے۔

يعرفونه كما يعرفون ابناء هم وإنّ فريقاً منهم ليكتمون الحق و هم يعلمون۔ (18E)

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس مقام کو (جسے قبلہ بنایا گیا ہے) ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ مگر اُن میں سے ایک گروہ جانتے بوجھتے حق کو چھپا رہا ہے۔

گویا کہ یہ تمام لوگ اسلام کی حقانیت کو روز روشن کی طرح سمجھتے ہیں لیکن اللہ تعالی نے ان کے سینے تنگ کر دیئے ہیں اس لئے یہ اسلام کو حق سمجھتے ہوئے بھی اس کی مخالفت پر کمر بستہ رہتے ہیں اس لئے ان کی عادات کو قران مجید نے اس پیرایہ میں واضح کیا ہے۔

وقال الذین کفر والا تسمعوالھذ القرآن والغوفیه لعلکم تغلبون(18F)

''یہ منکرین حق کہتے ہیں اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو شاید کہ اس طرح تم غالب آجاؤ''

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جانی چاہیے کہ اسلام کے علاوہ تمام نظریات و مذاہب کی اصل انسانی فطرت سے مطابقت نہیں رکھتی اور مزید یہ کہ اس حقیقت کو وہ لوگ دل سے تسلیم کرتے ہیں لیکن دنیاوی مفادات اور رنگ، خون، پیٹ، نسل اور علاقائیت کا جذبہ انہیں اس کے اظہار کی اجازت نہیں دیتا بلکہ فرعون کی طرح اس کے خلاف صف آراء ہونے پر مجبور کر دیتا ہے۔

5- مکالمہ نگار کو دوسرے مذاہب کے طریقوں کو اختیار نہ کرنا:

یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ دنیا میں اسلام اور صرف اسلام ایک مکمل دین ہے۔ یہ وہ نظریہ حیات ہے جو زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہے۔ یعنی ایک انسان یا متعدد انسانوں کو زندگی میں جو مسائل بھی درپیش ہوں اُن تمام کا فطری، آسان اور انسانی طبیعت سے موافق حل پیش کرتا ہے۔ پھر مزید خوبی یہ بھی ہے کہ تمام مسائل کو حل کرنے کی بنیاد بھی ایک ہے یعنی اُن کے منبع مختلف نہیں بلکہ تمام مسائل کے حل کا مصدر ایک ہی ہے اور وہ وحی ربانی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ دنیا میں اگر کسی قوم کے پاس الہامی کتاب اور رسول کی شخصیت ہے تو وہ صرف مسلمان ہیں اور اس پر طرہ یہ کہ ہمارے رسول اکرم ﷺ کی شخصیت ایک اُسوہ کامل ہے جس کی مثال کوئی دوسرا جدید نظریہ یا قدیم الہامی وغیر الہامی مذہب پیش کرنے سے قاصر ہے۔ کیا دور حاضر میں روسو، مارکس، لینن، ڈارون، سکمنڈ فرائڈ، یا اس طرح دور قدیم و جدید کے مفکرین کسی انسان یا گروہ کی زندگی گذارنے کے لئے مکمل نمونہ بن سکتے ہیں۔

ایک صاحب عقل اور تعصب سے بالاتر انسان کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ یہی صورت حال

قدیم مذاہب کے بانیوں اور اس دور کی فلسفیانہ شخصیات کے بارے میں ہے۔

اس صورت حال میں مکالمہ نگار اپنے اندر چال ڈھال شکل وصورت، وضع قطع اور مزید تمام امور میں کسی دوسرے نظریات و مذاہب کے حامل لوگوں کی نقالی یا اُن کو خوش کرنے کے لئے یا خود کو وسیع القلب شمار کرانے کے لئے کسی کی پیروی نہیں کرسکتا کیونکہ یہ چیز تشبہ ہے اور حدیث میں وارد ہے۔

من تشبه بقوم فهومنه(19)

''جو زندگی کے معاملات میں کسی اور قوم کی تہذیب کو اپنائے گا وہ اُسی قوم کا فرد شمار ہوگا''

اسی طرح ایک اور مقام پر آپؐ نے فرمایا

لاتستنیرو ابنار المشرکین۔ (20)

''مشرکین (غیر مسلموں) کی آگ سے روشنی بھی حاصل نہ کرو''

یعنی اپنی آگ خود روشن کرو، اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے اور کسی دوسری قوم کی تہذیبی و ذہنی غلامی سے آزاد ہو کر صرف اسلامی تہذیب وتمدن کو اپنانا ہے اور تجرباتی طور پر ثابت ہے کہ یہ قومیں مسلمانوں میں ابتدائی طور پر اپنی تہذیب وتمدن اور ثقافت کے ذریعہ نفوذ کا آغاز کرتی ہیں ان کے اصل منشاء کو اللہ تعالیٰ نے خوب واضح کیا ہے۔

ودُو لو تکفرون کما کَفَرو۔(20A)

''وہ (غیر مسلم مکالمہ نگار) تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اس طرح تم کافر ہو جاؤ''

ان تمام سطور کی روشنی میں مکالمہ نگار کسی دوسری قوم کے طریقوں کو قطعاً اختیار نہیں کرے گا بلکہ اپنے عمل کے ذریعہ اسلام کو مکمل دین اور رسول اکرم ﷺ کی زندگی کو کامل نمونہ ثابت کرے گا۔ اسی کی ہدایت قرآن مجید میں اس طرح ہے۔

ولاتتبع اھواء ھم وقل آمنت بما انزل الله من کتاب(20B)

''ان لوگوں (غیر مسلم مکالمہ نگاروں) کی خواہشات کا اتباع نہ کرو اور ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب بھی نازل کی ہے میں اُس پر ایمان لاؤ''

مزید فرمایا:

ولا ترکنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار(20C)

''ان ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکنا ورنہ جہنم کی لپیٹ میں آ جاؤ گے''

(6)　مکالمہ نگار کی نیت تبلیغ دین یا اتمام حجت ہونا:

سابقہ اوراق میں اقسام مکالمہ کے ضمن کی چوتھی قسم میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ تبلیغ دین کی نیت سے مکالمہ مسلمانوں پر فرض ہے اور اسی فرض کی ادائیگی کا اولین حکم جناب رسالت مآب ﷺ اور ان کے ذریعہ امت کو اس طرح دیا جا رہا ہے۔

يا ايها الرسول بلّغ ما أُنزل اليك من ربك(20D)

''اے پیغمبر جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو''

اور پھر اسلام کے بارے میں واضح ہدایات دی گئیں کہ:

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انّما هو إله واحد(20E)

''یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لئے اور یہ بھیجا گیا ہے اس لئے کہ اُن کو اس کے ذریعہ سے خبردار کر دیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آ جائیں''

ان کے علاوہ احادیث سے بھی مکالمہ نگاروں کے لئے اس فریضہ کی ادائیگی کا عبارۃ النص کے طور پر حکم ہے۔

بلغوا عني ولو آية(21)

''میرا پیغام تمام بنی نوع انسان کو پہنچا دو چاہے وہ پیغام ایک آیت قرآنی ہی کیوں نہ ہو''

ليبلغ الشاهد الغائب(22)

''جو میری محفل میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان (شاہد) ہو جائے وہ اس دین کو تمام لوگوں تک پہنچائے''

اگر مکالمہ میں واضح ہو رہا ہو کہ غیر مسلم مکالمہ نگار پر تبلیغ کے اثرات نہیں ہو رہے ہے اور اُس کی صورت حال یہ ہے وہ معقول بات ماننے کے بجائے کٹ حجتی اور ضد کا طریقہ اپنا رہا ہے تو پھر اس کے لئے اتمام حجت کا طریقہ اپنایا جائے گا اور شہادت حق کا فریضہ سرانجام دینا ہوگا کیونکہ اُس کی کیفیت قرآن مجید نے اس طرح بیان کی۔

اتریدونَ اَن تهدو من اضل الله (21A)

''کیاتم چاہتے ہو جسے اللہ تعالی نے ہدایت نہیں بخشی اُسے تم ہدایت بخش دو''

فمن یضلل الله فما له من هاد۔(21B)

اور جسے اللہ تعالی گمراہی میں پھینک دے اُس کے لئے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں

اسی اتمام حجت، حق کی گواہی یا شہادت حق کے بارے میں واضح احکامات ہیں کہ

لتکونوا شهداء علی الناس۔(21C)

''تا کہ تم دنیا کے لوگوں (ہر انسان کے اپنے دور کی بنی نوع انسان) پر (حق کی بات پہنچادینے کے بارے میں) گواہ رہو۔''

حدیث میں وارد ہے:

انتم شهداء الله فی الارض۔(23)

''تم زمین پر اللہ تعالی کی مخلوق کو اُس کا پیغام پہنچا کر گواہی کا فریضہ ادا کرنے والے ہو''

ان تمام سطور کی روشنی میں مسلم مکالمہ نگار کو اپنی نیت تبلیغ دین یا اتمام حجت یعنی فریضہ شہادت حق کی ادائیگی رکھنی ہوگی اور اس نیت میں تبدیلی اُس کے عمل کی حقیقت کو مجاز میں بدلنے کا باعث ہوگی کیونکہ حدیث میں وارد ہے۔

إنما الا عمال بالنیات(24)

''تمام اعمال کا دارمدار نیتوں پر ہے۔''

مکالمہ نگار کا جواب کے لئے دفاعی نہیں بلکہ اقدامی انداز اختیار کرنا:

مکالمہ نگار حالات کی مناسبت سے دفائی یا اقدامی میں سے کوئی انداز اختیار کرسکتا ہے۔ دفاعی

سے مراد یہ ہے کہ وہ غیر مسلم مکالمہ نگاروں کے اسلام پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دے۔ اقدامی سے مراد یہ ہے کہ وہ اعتراضات کا جواب دینے کے بجائے سوالات کے ذریعہ غیر اسلامی مذاہب و نظریات میں پائے جانے والی خامیاں اُن کے سامنے رکھ کر اُس بارے میں اُس سے جواب طلب کرے کہ ہمارے مذاہب پر یہ اعتراضات کرنے سے پہلے یہ واضح کرو کہ یہ اعتراض تو تمہارے نظریہ پر وارد ہوتا ہے۔ ان دونوں اندازوں کو اختیار کرنے کے لئے وسیع مطالعہ کی ضرورت تو مسلّم ہے لیکن اقدامی انداز کے لئے وسیع تر مطالعہ درکار ہے۔ اقدامی انداز قرآن مجید میں اس طرح واضح ہے۔

الذین قالوا لاخوانهم وقعدوا لواطاعونا ما قتلوا قل فادرءوا عن انفسکم الموت۔(24A)

''یہ وہی لوگ ہیں جو خود تو بیٹھے رہے اور اُن کے جو بھائی بندلڑنے گئے۔ اور مارے گئے اُن کے متعلق انہوں نے کہہ دیا کہ اگر یہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے۔ ان سے کہو ''اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو تو خود تمہاری موت جب آئے اُسے ٹال کر دکھا دینا''

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمرود کے ساتھ مکالمہ میں واضح کیا گیا۔

ربی الذی یحیی ویمیت قال انا اُحی و اُمیت۔ قال ابراھیم فان الله یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب فبھت الذی کفر۔(24B)

''جب حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے۔ تو اُس نے جواب دیا کہ زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا ''اچھا اللہ تعالی سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا مغرب سے نکال لا'' یہ سن کر وہ مشرک ششدر رہ گیا۔

یہ اقدامی انداز ہے کہ مخالف کو اس کے اعتراض کا جواب دینے کے بجائے اسی کے سوالات میں سے اُس پر بڑھ کر اعتراض کر دینا جس سے وہ دفاعی پوزیشن میں چلا جائے یا لاجواب ہو جائے۔ اس سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز کا عیسائی پادری کے ساتھ مکالمہ بہت مشہور ہے۔

پادری نے شاہ صاحب سے سوال کیا کہ جب تمہارے پیغمبر اللہ تعالی کے حبیب ہیں۔ پھر اس

نے پیغمبر کے نواسوں پر (حضرت امام حسین پر یزید کا) ظلم وستم ہوتا ہوا کیونکر گوارا کیا اور پیغمبر نے خدا سے فریاد کیوں نہ کی اگر پیغمبر خدا سے فریاد کرتے تو خدا ضرور آپ کی فریاد سنتا۔ (کیونکہ پیغمبروں کی دعائیں اللہ تعالیٰ ضرور قبول کرتا ہے) لہٰذا آپ کا اپنے پیغمبر کو حبیب کہنا صحیح نہیں۔

اب اس کا جواب تاریخی حوالوں یا منطقی بحثوں، جو دفاعی انداز ہے سے دینے کے بجائے شاہ صاحب نے اقدامی انداز اختیار کر کے پادری کو یہ جواب دیا۔ ''شاہ صاحب نے فرمایا کہ پیغمبر ﷺ نے جب خدا سے فریاد کی تو خدا نے جواب دیا کہ اس وقت ہمیں اپنے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر چڑھایا جانا یاد آیا ہوا ہے۔ یہ سن کر ہمارے پیغمبر خاموش ہو گئے'' (یعنی رسول اکرم ﷺ اپنے نواسے کی سفارش کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے محبوب لوگوں نے میرے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''ابن اللہ'' خدا کا بیٹا مانتے ہیں) کو سولی پر چڑھا دیا تو میں کچھ نہ کر سکا تو اب تیرے نواسوں کو میں کیسے بچا سکتا ہوں۔

پادری شاہ صاحب کا یہ جواب سن کر شرمندہ ہوا اور شکست تسلیم کی اسلامی اصولوں کے مطابق مکالمہ بین المذاہب میں یہ دونوں انداز مروج ہیں لیکن ہمیشہ اقدامی انداز والا غالب ہو جاتا ہے اس لئے مکالمہ نگار کا اقدامی انداز اختیار کرنا زیادہ موضوع ہے۔ (25)

8- مکالمہ نگار کا دوسرے مذاہب والوں کی ہدایت کے لئے ہر وقت اور خصوصاً رات کی تنہائیوں میں دعا کرنا:

ابتدائی طور پر مکالمہ بین المذاہب کا آغاز کرنے والے صحابہ کرام کے متعلق مشہور ہے کہ وہ غیر مسلموں سے جہاد اور اُن کو تبلیغ دین کے لئے سارا دن گھوڑ سوار ہوتے تھے اور رات کو مصلیٰ سوار۔ اس کے علاوہ بھی اُن کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ وہ دن میں مخلوق کو وعظ ونصیحت، تبلیغ دین اور جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے اور رات کو دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی طرف بلاتے تھے یعنی بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ سے لمبی لمبی دعائیں کرتے تھے۔ مسلمان کے دل میں تمام بنی نوع انسان تک دین اسلام کی دعوت پہنچانے اور اُن کو مسلمان کر کے دینوی واُخروی کامیابیوں سے ہمکنار کرنے کی ایک تڑپ موجزن ہوتی ہے اور اس کام کے لئے شبانہ روز محنت میں مصروف رہتا ہے صبح کو دعوت کے ذریعہ اور رات کو اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے ذریعہ۔ رسول اکرم ﷺ کا بھی یہی

طریق کار تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت کی کہ:

فلعلك باخع نفسك علی آثارھم إن لم یومنوا بھٰذ الحدیث أسفا (25A)

''اچھا، تو اے نبی، شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہو اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے۔''

رسول اکرم ﷺ نے دعوت دین کے فریضہ کی ادائیگی کے بعد مختلف شخصیات اور قبائل کے لئے خصوصی دعائیں بھی کی ہیں جس طرح مشہور روایت ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ان دو عمر نامی شخصیات میں سے کسی کو مسلمان کر کے اس کے ذریعہ دین کی نصرت فرما'' اسی دعا کی وجہ سے حضرت عمرؓ بن خطاب کو رسول اکرم ﷺ کا مراد جبکہ بقیہ صحابہ کو آپ کا مرید کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوھریرہؓ کی والدہ کے لئے، قبیلہ دوس اور انصاریوں کے مختلف قبائل کے لئے آپؐ نے خصوصی دعائیں کی ہیں مزید یہ سورالمائدہ کی آیت نمبر 118 پڑھ کر آپ کا تمام بنی نوع انسان کی مغفرت کے لئے رات بھر زار و قطار رونے کا واقعہ اس سلسلہ میں بہت اہم ہے۔ (26)

دراصل مسلم مکالمہ نگار یہ عمل تبلیغ کی نیت سے کرتا ہے اور اس کے دل میں درد ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی طرح بقیہ مذاہب کے مکالمہ نگاروں کو بھی جہنم کے عذاب اور دوزخ کے گڑھے سے نکالے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ انسان فطری طور پر لاعلمی، غفلت، خواہش نفس اور نسیان جیسے عوارض کا شکار ہو کر غیر اسلامی مذاہب و نظریات کو اختیار کر سکتا ہے جس طرح حدیث میں وارد ہے۔

کل بنی آدم خطا (27)

''غلطی اور خطاء کرنا بنی نوع انسان کی فطرت ہے۔''

اس لئے اسلام نے گناہ سے نفرت کی تعلیم دی ہے نہ کہ گناہ گار سے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو درداءؓ نے ایک دن ایک شخص کو لوگوں سے پٹتے اور مار کھاتے دیکھا تو لوگوں کو روکا کہ اسے مارو نہ بلکہ اسے نصیحت کرو اور اس کے لئے دعا کرو اور آپ نے فرمایا کہ:

انما ابغض عمله فاذاتو که فهوا خي۔ (28)

''ہم اس کے عمل سے نفرت کرتے ہیں جب وہ بداعمالی چھوڑ دے گا تو پھر وہ ہمارا بھائی ہے''

لہٰذہ مکالمہ نگار کو اپنے اس عمل کے ساتھ ساتھ ہر وقت اور خصوصاً رات کی تنہائیوں یعنی تہجد کے وقت دوسرے مذاہب والوں کی ہدایت کے لئے دل سوزی سے دعا کرنی چاہیے۔

خلاصہ

اسلام میں مکالمہ بین المذاہب ایک مقدس مذاہبی فریضہ ہے جس کا مقصد تبلیغ دین صداقت اور حقانیت کو پھیلانا اور تمام مذاہب کے لوگوں کو اس کا قائل کرنا ہے۔ مکالمہ میں کامیابی کا انحصار مکالمہ نگار کی شخصیت پر ہوگا۔ وہ جس قدر صاحب علم، تربیت یافتہ اور انسانی نفسیات کی عالم ہوگی اُسی قدر اُس کے دوسرے مکالمہ نگاروں پر گہرے اثرات مرتب ہونگے۔ رسول اکرم ﷺ کے مکالمات کے کامیاب ترین ہونے کی اہم وجوہات میں سے ایک وجہ آپ کا اپنے لائے ہوئے پیغام کی حقانیت اور دوسرے مذاہب کے مبنی برحق نہ ہوئے پر مکمل یقین تھا۔ جس طرح قرآن مجید میں واضح ہے۔

قل هٰذه سبيلي ادعوا إلى الله على بصيرة انا ومن اتبعني و سبحان الله و ما انا من المشركين۔ (29)

تم ان (غیر مسلم مکالمہ نگاروں) سے صاف کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور شرک کرنے والوں (غیر مسلم مکالمہ نگاروں کے نظریات وافکار) سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

مزید وجوہات میں سے آپ کا پرکشش کردار اور صرف اسلام کی حقانیت کو واضح کرنے والا اسلوب دعوت ہے۔ علاوہ ازیں دوسرے مکالمہ نگاروں کی ذہنی استعداد، میلانات، رجحانات اور اُن کے خاندانی وعلاقائی پس منظر کو سامنے رکھ کر مکالمہ کرنا بہت اہم ہے۔

اسلامی اصول کے مطابق مکالمہ نگار کو صرف اپنے دین کی حقانیت کا یقین کامل کرتے ہوئے مناظرہ بازی، طنز، الزام تراشی، پھبتیاں کسنا اور فضا میں کھچاؤ پیدا کرنے سے مکمل طور پر پرہیز کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوکر دلسوزی اور بے لوثی سے بھرپور ایسا طریقہ اختیار کرنا ہوگا کہ غیر مسلم ضد اور ہٹ دھرمی پر نہ اتر آئیں بلکہ اس ذریعہ سے تبلیغ دین اور اتمام حجت کا فریضہ اس طرح ادا کرے کہ جس کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے۔

و كذلك نصرف الآيات و ليقولو ادرستَ و لنبينه لقوم يعلمون۔

''ہم تو اس طریقہ سے نشانیاں بیان کر دیتے ہیں تا کہ وہ (غیر مسلم مکالمہ نگار) بھی قائل ہو جائیں کہ تو نے اچھی طرح پڑھ کر سنایا اور اس لئے بھی کہ ہم اسے اہل علم کے لئے واضح کر دیں۔

ان تمام اصولوں کے علاوہ اُسے اتحاد بین المذاہب، وحدت ادیان، بین بین، مذبذبین بین ذلک، صلح کل، کسی کا دل نہ توڑنا اور حق و باطل میں امتزاج کے اصول سے بھی حتمی طور پر کنارکش ہونا پڑے گا۔ (واللہ اعلم)

حوالہ جات

1۔ القرآن، یوسف:103

1A۔ القرآن، روم:23

1B- سید حمید۔ شاہی امام مسجد دھلی۔ فلسفہ تعلیم اسلام سن دمکتبہ ندارد۔ 18/1

2- مودودی سید ابوالاعلی۔ تفہیمات۔ لاہور۔ اسلامک پبلیکیشنز 1989-34-114/1

2A۔ القرآن، فرقان:۷۲

2B۔ القرآن، الشوریٰ:۱۵

2C۔ القرآن، النحل:۱۲۵

3- مودودی سید ابوالاعلی۔ تفہیمات۔ لاہور۔ اسلامک پبلیکیشنز 1989-34-114/1

3A۔ القرآن، البقرہ:120

3B۔ القرآن، آل عمران:64

4- رازی محمد بن ابی بکر۔ مختار الصحاح۔ تفصیل لفظ کلم۔ نیز ملاحظہ فرمائیں: محمد منیر لکھنوی۔ لغات سعیدی۔ کانپور مطبع مجیدی 1936۔ تفصیل لفظ کلام۔

4A۔ القرآن، الفرقان:63

4B۔ القرآن، المومنون:3

5- متفق علیہ: بحوالہ عزالدین۔ منہاج الصالحین۔ باب حفظ اللسان

6- مسلم بحوالہ عزالدین۔ منہاج الصالحین۔ باب الغفلہ

7- سیف الرحمٰن احمد۔ الایجاز فی شمائل السیرۃ۔ مدنیہ منورہ۔ دار الحدیث۔ 1984

ص 106-101

7A۔ القرآن، البقرہ: 71

7B۔ القرآن، الانفال: 8

7C) ابن الفافا۔ ناصر الدین ۔تحفۃ العالم فی سیرۃ سید العوالم۔ تحقیق ڈاکٹر عبد الرووف ظفر بہاولپور۔ اسلامی یونیورسٹی 2005 ص 117

8- ڈاکٹر صلاح الدین ثانی۔ مکالمہ و اتحاد بین المذاہب۔ کراچی ۔ مکتبہ شیخ الاسلام 2005۔ ص 173

9- تفصیل کے لئے ملاحظ فرمائیں عبد العزیز شاہ محدث دہلوی۔ ملفوظات۔ دہلی طبع اول۔ (س۔ن) ص: 7 2 کیرانوی رحمت اللہ۔ اظہار الحق۔ ریاض ادارۃ العامۃ ۔ج ا۔ مقدمہ۔

9A۔ القرآن، الانبیاء: 18

10- منصور پوری سید سلیمان ۔ رحمۃ للعالیمن۔ لاہور ۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز (ت۔ن) 379/3 نیز ملاحظہ فرمائیں ۔ ندوی سید سلیمان ۔ خطبات مدراس۔ لاہور یونیورسل بک ڈپو (ت۔ن) ص۔ 164

10A۔ القرآن، ابراھیم: 26

10B۔ القرآن، بنی اسرائیل: 70

11- بلیق عز الدین۔ منہاج الصالحین۔ بیروت دار الفن 1982۔ ص 113

12- فواد عبد الباقی ۔ اللولو والمرجان۔ کویت۔ وزارۃ الاوقات۔ 1977۔ کتاب البر والصلۃ۔

13- العسقلانی۔ ابن حجر امام۔ فتح الباری 453/10

14- النسائی۔ سنن النسائی۔ کتاب الایمان۔ باب صفۃ المومن

15- ابو یعلی امام۔ مسند ابی یعلی 274/3 مزید دیکھئے ۔ منصور پوری سلیمان۔ رحمۃ اللعالمین 379/3

16- بخاری۔امام۔صحیح بخاری۔کتاب الاداب۔باب کونوا عباداللہ اخوانا۔

16A۔ القرآن،یونس:100

16B۔ القرآن،آل عمران:85

17- القرآن،الانعام:125

17A۔ القرآن،طہ:60

18- صحیح بخاری۔کتاب الجنائز۔باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ؟

18A۔ القرآن،الصف:2

18B۔ القرآن،یونس:32

18C۔ القرآن،الزمر:64

18D۔ القرآن،البقرہ:13

18E۔ القرآن،البقرہ:146

18F۔ القرآن،حم السجدہ:26

19- ابو داؤد امام۔سنن ابی داؤد۔کتاب اللباس۔باب فی لبس الشہرۃ حدیث نمبر4033

20- حدیث۔بیہقی امام ۔ السنن الکبری۔کتاب القضا باب لا ینبغی للقاضی ولا للوالی۔127/10

20A۔ القرآن،النساء:89

20B۔ القرآن،الشوری:15

20C۔ القرآن،ھود:113

20D۔ القرآن،المائدہ:67

20E۔ القرآن،ابراہیم:52

21- احمد بن حنبل امام۔مسند امام احمد بن حنبل 341/3 احادیث عبداللہ بن عمرؓ

21A۔ القرآن، النساء:88

21B۔ القرآن، الزمر:23

21C۔ القرآن، البقرہ:143

22- بخاری امام۔ صحیح بخاری۔ کتاب العلم۔ باب رب مبلغ اوعی من السامع

23- بخاری امام۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب ثناء الناس علی المیت

24- بخاری امام۔ صحیح بخاری۔ کتاب الامارہ۔ باب إنما الاعمال بالنیات

24A۔ القرآن، آل عمران:168

24B۔ القرآن، البقرہ:258

25- شاہ عبدالعزیز۔ بستان المحدثین۔ کراچی ایم سعید اینڈ کمپنی 1984۔ ص۔ 351

25A۔ القرآن، الکھف:6

26- مسلم امام۔ صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل۔ باب من فضائل ابی ھریرہ نیز دیکھئے ابن ہشام۔ السیرہ، النبویۃ۔ 422/1 قصہ اسلام طفیل بن عمر الدوسی۔ ابن کثیر تفسیر ابن کثیر تفسیر المائدہ: 118، المائدہ:118۔ شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ لاہور۔ تاج کمپنی (س۔ن) ص.196

27- ابن ماجہ امام۔ سنن ابن ماجہ۔ کتاب الزھد۔ باب ذکر التوبہ

28- ابن اثیر ابوالحسن الجزری۔ اسد الغابہ۔ بیروت۔ داراحیاء التراث العربی 160/4 1996- تذکرہ عویمر بن عامر ابوالدرداء۔

29۔ القرآن، یوسف:108